اسلامی تعلیم نے تذکرہ آدمؑ کے سلسلہ میں ان کے منصب نبوت کو بھی واضح کردیا ہے کہ امر

وفات چونکہ سیدنا آدم علیہ السلام کی تعلیم و تبلیغ کا دائرہ مابعد کے انبیا علیہم السلام کی طرح کوئی وسیع نہ تھا بلکہ ان کی بشارت و نذارت اور ارشاد و رہبری اپنے بیٹوں اور وقت کے مومنین ہی سے متعلق تھی اس لئے قرآن نے انکے تبلیغی کارناموں کو بیان نہیں کیا آپ نے نوسوتیس (۹۳۰) سال کی عمر پائی اور آپ کی اولاد ایک معتدبہ تعداد میں نسل انسانی کی بقا کے لئے آپ کی موجودگی ہی میں زمین پر پھیل گئی تھی جن انبیاء علیہم السلام کی زندگی قوم کی تعمیری اصلاح اور دنیاوی واخروی انقلاب کیلئے سرگرم عمل تھی اور جنھوں نے قوم و ملک کے لئے تعلیم و تدریس اور عملی سیاست کا فریضہ باحسن وجوہ انجام دیکر انسان نما وحشیوں کو انسان کامل بنایا ان کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہو کر خاتم الانبیاء والرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوجاتا ہے اگرچہ بہتوں کو اپنے مقاصد میں کامیابی نہیں ہوئی تاہم جس جوانمردی و استقلال عزم و ثبات سے قوم کی اصلاح کیلئے وقف ہوگئے تھے۔ ہمارے لئے اس میں بڑے بڑے عبر و مواعظ پوشیدہ ہیں ہر مصلح قوم کو اپنی زندگی انہیں کی طرح سنوارنی چاہیئے۔ (باقی)

اسلامی شان

(از مولوی عبدالشکور صاحب بستوی مولوی فاضل و متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

دنیا میں ہمیشہ سے یونہی دستور چلا آرہا ہے کہ حق و باطل کی معرکہ آرائیاں بڑے شد و مد سے ہوتی رہیں کیونکہ جب سے حق نمودار ہوا سی زمانہ سے باطل نے بھی سر اٹھایا جس کی یہی کوشش رہی کہ حق کو نیست و نابود کردے مگر دشمن چہ کند چوں مہرباں باشد دوست بالآخر حق سے ٹکرا کر باطل پاش پاش ہوگیا اور فرمان خداوندی وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۔(س صف پ۲۸) اللہ اپنی روشنی پوری کرے گا خواہ مشرکوں کو ناگوار ہی ہو پورا ہوا چنانچہ آیت اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (پ۲۶ س حم) میں اسی امر کی رف اشارہ ہے کہ "فدایان نبوی باہم نہایت ہی رحم و کرم سے پیش آتے ہیں اور تواضع و انکساری انکی امتیازی شان ہے"۔ دوسرا صف یہ فرمایا کہ حریف سے مقابلہ کی حالت میں اپنی ایمانی حرارت کا اس طرح مظاہرہ کرتے ہیں کہ باطل مرعوب ہوجاتا ہے۔ اور نانیت کا پہلو نمایاں ہوجاتا ہے۔ قرن اول کے مسلمان اس آیت کے صحیح مصداق تھے چنانچہ انھوں نے جس قدر بھی ملکی فتوحات حاصل ں وہ اندرونی اتحاد کا سرچشمہ تھا اور سیلاب کی طرح دنیا پر اس طرح چھاگئے جس کے تصور سے بھی حیرت ہوتی ہے اس کی اولین ری رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی اور مدنی زندگی کے حالات اور واقعات میں غور فرمایئے کہ آنحضورؐ نے رفقا سمیت مکی رگی میں رحماء بینہم کی کیسی جھلک دکھائی اور کمزوری اور بیکسی کے عالم میں باہم وہ ایثار پیش کیا جسے دیکھکر بہتیرے کافر لمان ہوگئے اس کے بعد جب وطن مالوف کو خیرباد کہنا پڑا اور مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے وہاں پہنچکر سب سے پہلے ام انجام دیا وہ اس قدر عبرت انگیز اور اصلاحی پہلو پر مشتمل ہے جس کی تہ تک پہنچنا ہر ایک کا کام نہیں یقین جانیں کہ شیر بکری کو یکجا جمع کرنا بہت آسان ہے مگر مدت دیرینہ کے ٹوٹے ہوئے قلوب کو جوڑنا بہت دشوار امر ہے وہی اوس اور نج جو عرصہ دراز سے برسر پیکار تھے خون آشامی تلواریں ہر وقت ان کے سروں پر منڈلاتی رہتی تھیں آنحضورؐ کی آمد کا

یہ نتیجہ ہوا کہ وہ اس قدر متفق اور متحد ہو گئے جس کی نظیر دنیا پیش کرنے سے عاجز اور قاصر ہے جنھوں نے اپنے مہاجرین بھائیوں کی دامے درمے معاونت کے علاوہ جس کے پاس دو بیویاں تھیں ایک کو طلاق دیکر مہاجر بھائی کے حوالہ کردیں اور اپنی جائیداد کو دو حصوں میں تقسیم کردیا اور سنگھٹن کو وہ عملی جامہ پہنایا کہ موجودہ دنیا اس قدر ترقی کرنے کے باوجود ایسی نظیر نہیں پیش کرسکتی۔

آج جبکہ مسلمان ترقی سے کوسوں دور جا پڑے ہیں اور اس قدر پریشان ہو گئے ہیں کہ انھیں کوئی راستہ نظر نہیں آتا کیونکہ ان کی طاقت اور ان کا زور آپس کی ناجائز جنگوں میں فنا ہو گئی ان کا متحد شیرازہ بکھر چکا جس سے نہ وقار باقی ہے اور نہ عزت ہی محفوظ ہے۔ ایسے پر آشوب دور میں اگر ان کا کوئی علاج ہو سکتا ہے تو صرف وہی نسخہ ہے جسکو قرآن پاک میں مسلمانوں کا ذاتی امتیاز اور نمایاں شان قرار دیا ہے ۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (پ ۲۶ س حم) یعنی کافروں کے مقابلہ میں سخت اور آپس میں مہربان و رحمدل۔ جو دراصل تمام امراض کا واحد علاج ہے۔ آپس کے اتحاد کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ہمسایہ قومیں جن کی نظروں میں یہ کھٹک رہے ہیں وہ خوفزدہ ہو کر ان کے حقوق اور مطالبات کو تسلیم کرنے میں ذرا سا بھی تردد نہ کریں گی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود نے جب دیکھا کہ فدائیان نبوت فرط محبت میں آنحضورؐ کے لعاب دہن کو بھی اپنے جسموں پر مل لیتے ہیں تو اس قدر خوفزدہ ہوا کہ آنحضورؐ سے کلام بھی نہ کرسکا اور واپس جاکر کہا کہ اے قریش یاد رکھو کہ میں قیصر و کسریٰ کے دربار میں بھی گیا اور ان کے تعلقات کا بھی مشاہدہ کیا مگر جو خصوصیت اور ربط محبت اصحاب محمدؐ میں پایا رب کی قسم دنیا کی کسی قوم میں موجود نہیں لہذا ان سے صلح کرلینا ہی مناسب ہے ان سے مقابلہ کرنا بہت دشوار ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قریش نے صلح کی۔

اب آپ خود ہی غور فرمائیں کہ کیا وہ ایثار ہم میں بھی موجود ہے جس کو صحابہ کرامؓ نے دنیا کے سامنے پیش کیا ابو سفیان نے ہرقل کے دربار میں یہی کہا تھا کہ عرب میں جو شخص مدعی نبوت ہے اس کے ماننے والے اس کے حکم سے روگردانی نہیں کرتے بلکہ ہر وقت اس کی فرمانبرداری میں سر ہاتھوں پر لئے رہتے ہیں جو محمدؐ کی اطاعت میں آجاتا ہے وہ اس دین سے ہرگز نہیں پلٹتا اس کے جواب میں ہرقل نے کہا کہ اگر یہ اوصاف جسے تم نے بیان کئے ہیں محمدؐ اور اصحاب محمدؐ میں موجود ہیں تو یقین جانو کہ ایک زمانہ وہ بھی آئیگا کہ اس کی حکومت ہمارے ملک کو گھیر لیگی اور یہ بھی یاد رکھو کہ جس دل میں حق جم جائے اور راسخ ہو جائے وہ کبھی نکل نہیں سکتا۔ سچ دین اور حق والوں کی یہی شناخت ہے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ ایک زمانہ وہ بھی آیا کہ ہرقل کی بات پوری طرح صادق آئی اور انھیں مسلمانوں نے جو معدودے چند تھے آپس کے اتحاد و اتفاق کا وہ منظر پیش کیا جس سے تمام اقوام ان کی زیر نگیں ہو گئیں غزوۂ احد کا وہ واقعہ کس قدر عبرت انگیز ہے جو ہر مسلم کو تڑپا دیتا ہے جو ملت اسلامیہ کے لئے شاہکار ہے گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے تیروں اور تلواروں کی بھرمار ہے ایک اسلامی سپاہی زخم سے چور چور ہو کر کراہ رہا ہے پیاس کی شدت سے زبان خشک ہو چکی ہے نیم جان ہے مگر عشق الٰہی کے نشہ میں سرشار ہے اپنے ساتھی سے پانی کے لئے اشارہ کرتا ہے چنانچہ پیش کیا جاتا ہے مگر معاً اس مرد مجاہد کی نظر اپنے ایک دوسرے بھائی پر پڑتی ہے جو اسی کی طرح بیتاب ہو رہا ہے۔ حب اسلامی جوش مارنے لگتا ہے اور پانی پینے سے انکار کرتے ہوئے اپنے نفس پر غیر کو ترجیح دیتا ہے اور کہتا ہے کہ پہلے اُسے پلا دو بعد میں میں پی لونگا دوسرے کے پاس پانی پہنچا اس نے اپنے تیسرے مسلم بھائی کی طرف اشارہ کیا جب تیسرے کے پاس پہنچا تو وہ آخرت کی طرف جا چکا تھا دوسرے کے پاس آئے تو وہ بھی رب کی ملاقات سے مشرف ہو چکا تھا اسی طرح جب پہلے کے پاس پہنچے تو ایثار پسند خادم اسلام بھی دنیا کو چھوڑ چکا تھا اور رب کے انعامات و اکرام سے

لطف اندوز ہورہا تھا اللہ اللہ یہ تھے ہمارے اسلاف جنھوں نے ایسی تنگی کی حالت میں بھی رحماء بینہم کا نقشہ کھینچکر بتادیا پیاسے مرجانا برداشت ہے مگر ایک مسلمان بھائی کی تکلیف کو دیکھ نہیں سکتے کہاں ہیں وہ لوگ جو عبرت حاصل کریں اور اپنی حالت کا اسلاف سے مقابلہ کریں۔ آج ہم ہیں کہ ایک مسلمان بھائی کو اچھا کھاتے اور اچھا پہنتے دیکھ نہیں سکتے بلکہ ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو آزار پہونچائیں ایک دوسرے کی پگڑی اچھالیں اور جہانتک ہوسکے اسے رسوا کریں حالانکہ تمہاری وہ کتاب جس پر تمہارا ایمان ہے جس کو دن میں پانچ دفعہ نمازوں میں پڑھتے ہو اس میں تمہاری شان تمہارے اعمال کے خلاف مذکور ہے۔

تمہارے نبی کا فرمان ہے کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ حقیقی مسلمان اور موحد وہ ہے جس کے شر وفساد وایذا رسانی سے دوسرا مسلمان بھائی محفوظ رہ سکے مگر افسوس آج ہمارا معاملہ بالکل برعکس ہے ہم ایک کافر اور معاند اسلام کو اپنی پناہ میں رکھ سکتے ہیں اس کی عصمت کے نگہبان ہوسکتے مگر اپنوں سے ایسی عداوت ہے کہ اس کی صورت بھی دیکھنے کیلئے تیار نہیں چہ جائیکہ بھائی چارگی کریں۔ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً یعنی ایک مومن دوسرے مومن کے لئے آہنی دیوار کی طرح ہے جس کی ہر ایک اینٹ کو دوسرے سے تقویت پہنچتی ہے اب اگر کوئی نادان دیوار میں اپنا سر مارے تو یقیناً اس کا سر لہولہان ہوجائے گا دیوار کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچیگا۔ اسی طرح مسلم کی شان یہ ہے کہ باہم اس طرح مل جل کر رہے کہ جب کبھی دشمن سے مقابلہ ہو تو دشمن کے پرزے پرزے اڑجائیں مگر مسلمان ہیں کہ فولادی دیوار کی طرح جمے ہوئے ہیں دنیا کی کوئی طاقت بھی انھیں ہلا نہیں سکتی دوسری جگہ فرمایا المسلم کجسد واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ۔ مسلمان کی مثال ایک جسم کی طرح ہے اگر اس کی آنکھ میں معمولی بھی تکلیف ہوجاتے تو سارا بدن مضطرب اور بےچین ہوجاتا ہے۔ اگر ایک مشرق کے مسلمان کو کوئی کانٹا بھی چبھے تو مغرب کے مسلمان کو بغیر نکالے ہوئے نیند نہیں آتی۔

مگر ہائے افسوس کہ ایک ہندوستان کے مسلمان بھی ہیں جنھیں آپس ہی کے جھگڑوں سے فرصت نہیں ملتی آپس کی پارٹی بندیوں نے انھیں اوج ثریا سے زور سے پھینکدیا جس سے نہ تو ان کا مذہب محفوظ رہ سکا اور نہ کلچر و تمدن پریشان ہیں ان کی کوئی فریاد سننے والا نہیں تڑپتے ہیں مگر کسی کو پرواہ نہیں قرآن نے سچ فرمایا وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ۔ (پ ۱۰ س انفال ع ۲۶) مسلمانو دیکھنا آپس میں جھگڑے نہ کرنا ورنہ صراط مستقیم سے ہٹ جاؤ گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا نکل جائے گی پھر تمہارا کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔ اے مسلمانو! کیا تم نے کبھی ارکان اسلام کے حکم اور فوائد پر بھی غور کیا کوئی لمحہ بھی تم نے اس کے لئے صرف کیا تاکہ تمہیں معلوم ہوجاتا کہ دن میں پانچ دفعہ دربار خداوندی میں حاضر ہونے سے کیا مقصد ہے کیا اس سے خدا کو کوئی فائدہ پہونچتا ہے جس کا وہ محتاج ہے یا اس سے تمہاری ہی اصلاح مقصود ہے ادائیگی صلوٰۃ سے اہم غرض یہ ہے کہ مسلمان یک قالب یکجان ہوکر مجاہدانہ زندگی بسر کرے ایک کے اشارے سے جھکے اور کھڑا ہو جس میں امیر غریب راعی رعایا کا کوئی سوال نہیں۔ مولا کے روبرو سب مساوی حیثیت رکھتے ہیں تفوق صرف تقویٰ میں ہے روزہ میں بھی روٹی کے مسئلہ کو حل کیا ہے اسی طرح زکوٰۃ اور حج میں سرمایہ داری اور افلاس کا علاج بتایا گیا ہے جس سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ ملت بیضا نے مسلمانوں کی تمام مشکلات کا حل

نہایت آسان طریق سے کر دیا ہے۔ مگر ہماری تفریق نے ہمارا پاور ضائع کر دیا سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمان کیوں منتشر اور غیر منظم ہیں جبکہ ان کا خدا اور رسول قرآن و قبلہ دین و اسلام سب کچھ ایک ہے پھر مسلمانوں میں دوئیت کہاں سے پیدا ہوگئی اتحاد ذاتیات وحدت ذاتی کو مستلزم ہوتا ہے اس کے برعکس آج ہم ہیں کہ اسلام اور دین صادق کو ہزاروں فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ ہم نے اپنوں سے بگاڑ کیا اور غیروں سے تعلقات کئے سانپ کو کچلا مگر اس کے بچوں کو زندہ رکھا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اشداء علی الکفار پر عمل کرتے جو ہمارا فرض اولین ہے قرن اول کے مسلمانوں کو دیکھو انھوں نے اسلام کی محبت میں والدین کو بھی خیر باد کہدیا مگر داعی اسلام کا دامن نہ چھوڑا رئیس المنافقین کا بیٹا عبداللہ جس کے دل میں اسلام کی محبت راسخ ہو چکی تھی ایک دفعہ باپ نے کسی غزوہ میں منازعت کے موقعہ پر کہدیا کہ لَا تُنْفِقُوا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا۔ لوگو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک زکوٰۃ کا مال مت او اکرو جب تک کہ یہ مہاجرین مفلسین موجود ہیں - - - - - - ظاہر امر ہے کہ قول کس قدر تکلیف دہ اور منافقت پر مشتمل تھا بیٹے نے جب سنا کہ میرے باپ نے مسلمانوں کی شان میں ایسا گستاخ کلمہ نکالا ہے جوش اسلامی موجیں مارنے لگتا ہے تلوار میان سے نکالکر مدینہ کے دروازہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اور اعلان کر رہا ہے کہ آج اپنے باپ کو اس وقت تک مدینہ میں داخل نہ ہونے دونگا جب تک آنحضورؐ کی طرف سے اجازت نہ ہوگی ورنہ اسی تلوار سے باپ کا سر قلم کر دونگا۔

ناظرین غور کریں کیا آج ہم میں بھی یہ جوش اسلامی باقی ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

قرآن پاک میں والدین کی اطاعت کیلئے کتنا زور دیا گیا ہے فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل ۳) مسلمانوں اپنے والدین کو کسی بات پر مت ڈانٹو حتیٰ کہ انھیں اُف تک نہ کہو۔ نرم انداز میں بات کرو ان کے فرمانبردار و مطیع رہو رب سے ان کے لئے دعائیں کرتے رہو کہ خدایا جس طرح انھوں نے صغر سنی میں ہماری تربیت کی ہے۔ تو بھی ان پر اپنا فضل و کرم نازل فرما۔

اس آیت پاک میں اطاعت والدین کی کس قدر تاکید فرمائی ہے اسی طرح احادیث نبوی بھی شاہد ہیں۔ مگر قرآن پاک میں دوسری جگہ فرمایا وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (پ لقمان ع ۱۱) والدین اگر شرک کی تعلیم دیں ایسی صورت میں ان کا کہنا ہرگز نہ مانو۔ آپ نے دیکھا کہ جب تک حق و صداقت کا سوال رہا اس وقت تک والدین کی تمام اوامر و نواہی قابل قبول ہیں مگر جیسے ہی کفر کا مقابلہ ہوا . . . . وہی اولاد دشمن ہوگئی اور ان کی فرمانبرداری واجب نہ رہی یہی مطلب ہے قرآن کے اس فرمان کا جسکو اسلام اور مسلمانوں کا مابہ الامتیاز قرار دیا ہے۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (مسلمان وہ ہیں جو کافروں کے مقابلہ میں سخت ہو کر اور آپس میں مل جل کر رہتے ہیں) +

(باقی)